قدماءمحدثین پر وضع حدیث کا اتہام

مولانا محمد اسحاق سلہٹی

عہد ماضی کے ایک مشہور مفکر کے انگریزی مقالہ کا ترجمہ ”اسلام کے ابتدائی عہد میں تصورِ سنت، اجماع اور اجتہاد“ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔

اس مقالہ میں محقق موصوف اکثر وبیشتر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذیل کے الفاظ میں انکار فرماتے ہیں:

”درحقیقت بیشتر احادیث مجموعہ ہیں ان کہاوتوں جیسے مقولوں کا جن کی تراش وخراش خود قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے ہاتھوں انجام پائی، مگر انہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا گیا۔“ (ص ۱۳ قسط پنجم)

اور اس وضع حدیث کا دروازہ کھولنے کا الزام خود قدمائے محدثین کے ذمہ لگاتے ہیں:

”یہ ایک معلوم حقیقت ہے اور قدماء محدثین اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اخلاقی پند ونصائح، امثال اور جوامع الکلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کردینے میں کوئی حرج نہیں، خواہ اس نوع کا انتساب تاریخی حیثیت سے درست ہو یا نادرست، صرف فقہی احادیث یا ایسی احادیث کے بارے میں جو عقائد سے متعلق ہوں یہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا سلسلۂ روایت واقعتاً پوری صحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا چاہئے۔“ (ص ۱۳ قسط سوم)

قسط پنجم کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

”چنانچہ ہمارے قیاس کی تائید امام نووی شارح مسلم متوفی ۶۷۶ھ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اس روایت کی بنیاد پر یہ عام اصول بنایا گیا: ”أنہ یجوز وضع الحدیث فی الترغیب والترھیب“ یعنی ترغیب وترہیب کے مضامین (پرہیزگاری کے جذبات پیدا کرنے والی) حدیثیں وضع کرنا جائز

ہیں، امام نووی نے یہ اصول کرامیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ بہت سے جاہلوں اور واعظوں نے اس اصول کی پیروی کی ہے، لیکن اگر امام غزالی کی احیاء العلوم جیسی کتابیں پیش نظر ہوں تو اس اصول کا اتباع جاہلوں اور واعظوں تک منحصر کرنا دشوار ہے۔

یہی امام نوویؒ راوی ہیں کہ بعض حضرات نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ مندرجہ با[illegible] حدیث کے الفاظ مـن كـذب علـيّ ہیں اور حرف جار علیٰ کا مفہوم، مخالفت، نقصان وغیرہ نکلتا ہے اور پرہیزگاری دینداری کے لئے حدیثیں وضع کرنے پر مذکورہ بالا حدیث کی جہنم میں ٹھکانہ بنانے کی وعید کا اطلاق نہیں ہوگا، امام نووی کے اپنے بلیغ الفاظ یہ ہیں: ''ان هذا كذب لهٗ لا عليه''

اس کے بعد میں صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں:

''عام امت کے نزدیک جو امر مستحسن ہو اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا صرف کرامیہ کا مذہب نہیں۔''

اور اسی قسط پنجم کے صفحہ ۱۵ پر چند احادیث جو محمد بن کرام سجستانی بانی فرقہ ''کرامیہ'' نے جواز وضع حدیث کے اثبات کے لئے پیش کی ہیں، محقق موصوف اس کو اپنے قیاس کی تائید میں نقل کر کے فرماتے ہیں:

''مندرجہ بالا احادیث اس بات کے گواہ ہیں کہ خود محدثین کے نزدیک اہم بات احادیث کا عین قول یا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا نہ تھا، بلکہ یہ امر تھا کہ آیا وہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام تعلیمات کی روح کی حامل ہیں، یعنی سنت جاریہ کے مظہر ہیں یا نہیں۔''

چنانچہ محقق موصوف نے نہایت دلیری کے ساتھ اسی مضمون کی قسط دوم وسوم میں صحیحین کی متفق علیہ روایتوں کو ''محض مفروضہ'' تاریخی حقائق وعقلی اعتراضات کی بنا پر رد کر دیا ہے اور صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے:

''ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعی ارشادات کی حیثیت سے قبول کرنا ممکن نہیں۔''

لہٰذا آج کی صحبت میں ہم نہ صرف قدماء، بلکہ متقدمین ومتاخرین علماء حدیث کا نظریہ اور مسلک، وضع حدیث کے متعلق مستند کتابوں بالخصوص امام نووی کی ''کتاب التقریب اور شرح مسلم'' سے نقل کر کے اس الزام کی حقیقت کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں، وباللہ التوفیق

پہلے ہم حدیث موضوع کی تعریف معتمد علیہ علماء کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں، تاکہ ناظرین اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں کہ محدثین کس حدیث کو موضوع کہتے ہیں؟ اس کے بعد حدیث موضوع کے حکم کے بارے میں علماء کی آراء پیش کریں گے، اس کے بعد جواز وضع حدیث کے بارے میں کرامیہ کے دلائل، جو محقق موصوف نے صرف اس لئے نقل کیا ہے تاکہ راہ ہموار ہو سکے، بیان کریں گے اور ان کے جوابات دیں گے۔

حدیث موضوع کی تعریف:

(۱)......حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن معروف "بابن الصلاح" متوفی ۶۴۳ نے مقدمہ ابن صلاح میں حدیث موضوع کی تعریف یہ کی ہے:

الموضوع هوالمختلق المصنوع (صفحہ :۳۷)......یعنی ہر گھڑی ہوئی حدیث موضوع ہے۔

(۲)......شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ نے شرح نخبہ میں یہ تعریف کی ہے:

الطعن اما أن يكون لكذب الراوي في الحديث النبوي بان يروى عنه صلى الله عليه وسلم مالم يقله متعمداً لذلك اوتهمة فالقسم الأول هوالطعن بكذب الراوي في الحديث النبوي وهوالموضوع (صفحہ: ۵۷)...... طعن فی الحدیث النبوی یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں حدیث جھوٹ بولنے کے سبب سے ہوگا، بایں طور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی بات منسوب کی جائے جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو، یا تہمت کذب کے سبب سے (طعن ہوگا) پہلی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں راوی کا کذب بیانی کرنا ہی حدیث موضوع ہے۔

(۳)......شیخ مصطفیٰ احمد زرقاء نے امالی فی الحدیث النبوی میں مذکورہ ذیل تعریف کی ہے

الموضوع المكذوب على لسان النبي صلى الله عليه وسلم (صفحہ:۶۸)...... موضوع وہ جعلی حدیث ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب جھوٹی نسبت کردی گئی ہو۔

(۴)......امام ابوزکریا محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اپنی کتاب تقریب میں حدیث موضوع کی یہ تعریف کی ہے:

الموضوع هوالمختلق المصنوع (صفحہ:۱۷۸)...... جعلی اور خود ساختہ حدیث موضوع ہے۔

(۵)......علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اپنی کتاب "تدریب الراوی" شرح تقریب میں یہ تعریف کرتے ہیں:

هوالكذب المختلق المصنوع (صفحہ:۱۷۸) ......موضوع ہر وہ گھڑی ہوئی جعلی حدیث ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب جھوٹی نسبت کردی گئی ہو۔

(۶)......محمد ابن اسماعیل امیر یمنی متوفی ۱۱۸۲ھ توضیح الافکار میں یہ تعریف کرتے ہیں:

المكذوب المختلق المصنوع (صفحہ: ۷۰) ......موضوع وہ گھڑی ہوئی جعلی حدیث ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب جھوٹی نسبت کردی گئی ہو۔

(۷)......توضیح الافکار کے حاشیہ میں محی الدین بن عبدالحمید یہ تعریف کرتے ہیں:

هوالكلام الذي اختلقه وافتراه واحد على رسول الله صلى الله عليه وسلم ونسبه اليه (صفحہ:۷۰)......حدیث موضوع وہ کلام ہے، جو کسی بھی شخص نے گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اس کا بہتان لگا دیا اور آپ کی طرف منسوب کر دیا۔

(۸)......علامہ قاسم ''المصباح'' میں حدیث موضوع کی یہ تعریف کرتے ہیں:

هو عبارة عن الحديث الذى اخترعه الراوى وافتراه على رسول الله صلى الله عليه وسلم (صفحه: ۳۶) ......حدیث موضوع اس حدیث کو کہتے ہیں [illegible] اوی نے گھڑ لیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا بہتان لگایا ہو۔

(۹) علامہ طاہر بن صالح بن احمد الجزائری الدمشقی (متوفی ۱۳۳۴) نے ''توجیہ النظر'' میں یہ تعریف کی ہے:

هو الكلام الذى اختلقه وافتراه واحد من الناس ونسبه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم (صفحه: ۶۸۹) ......حدیث موضوع ہر وہ کلام ہے جو کسی بھی شخص نے گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا بہتان لگایا اور آپ کی طرف منسوب کر دیا ہو۔

(۱۰)......شیخ احمد شاکر نے ''الباحث الحثیث'' میں حدیث موضوع کی یہ تعریف کی ہے:

الموضوع المختلق المصنوع (صفحه: ۷۸)......ہر گھڑی ہوئی بناوٹی حدیث موضوع ہے۔

ہم نے حدیث موضوع کی تعریف مختلف قدیم و جدید علماء حدیث سے اس لئے نقل کی ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ وضع حدیث میں احکام و غیر احکام کا کوئی فرق نہیں، کیونکہ کسی نے بھی یہ قید نہیں لگائی، اسی طرح واضع حدیث کی نیت کا بھی کوئی اعتبار نہیں خواہ بد نیتی سے وضع کی ہو یا نیک نیتی سے، خواہ کسی نیک مقصد کے لئے وضع کی ہو یا بد کے لئے، فی نفسہ قول ''غیر حسن'' ہونے کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

بہر حال ہر وہ بات جو آپ ؐ نے نہیں فرمائی اور ہر وہ فعل جس کو آپ ؐ نے نہیں کیا، اس کو آپ کی طرف منسوب کرنا وضع حدیث ہے، ایسی صورت میں محقق موصوف کا مذکورہ ذیل بیان، احادیث کے ذخیرہ کو موضوع اور جعل کہنے کے الزام سے بچنے کی ناکام اور بے سود کوشش ہے۔

''اگر چہ ہم مجموعی طور پر احادیث کی تاریخی صحت کو مشکوک جانتے ہیں، لیکن ہم نے کہیں یہ نہیں کہا، کہ یہ جھوٹی یا جعلی ہیں۔

اس لئے کہ حدیث موضوع ہر ایسے کلام کو کہا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جائے، حالانکہ آپ ؐ نے نہ فرمایا: عام ازیں کہ احکام سے متعلق ہو یا ترغیب و ترہیب سے، اچھا ہو یا برا، نیک نیتی سے ہو، یا بد نیتی سے، لوگوں کی ہدایت کے لئے ہو یا گمراہ کرنے کے لئے۔''

لہٰذا بقول مقالہ نگار (العیاذ باللہ) تمام محدثین کرام واضع حدیث ہیں ''جنہوں نے دوسری صدی ہجری میں کہاوتوں جیسے مقولوں کو تراش خراش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا'' یہ ایک ایسا بہتان ہے جو قرآن کی

تعبیر میں یقیناً ﴿تکاد السموات یتفطّرن منه وتنشقُّ الارض وتخرّ الجبال هدًّا﴾ کا مصداق ہے۔

حکم وضع حدیث:......اب ہم وضع حدیث یا روایت حدیث موضوع کے متعلق علماء متقدمین ومتاخرین کا نظریہ مستند کتابوں سے نقل کرتے ہیں، تاکہ محقق موصوف کی کوتاہ نظری بے نقاب ہوجائے۔

تمہید کے طور پر سب سے پہلے یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا میں ہر شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ کسی بھی شخص کی جانب ایسی بات کو منسوب کرنا جو اس نے نہ کہی ہو، نہ صرف جھوٹ بلکہ بہتان ہے، اس میں نہ اسلام کی خصوصیت ہے اور نہ کسی دوسری ملت کی، بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کا عقیدہ ہے اور کسی کی نیت پر حملہ کرنا تو ہتک عزت کی بنا پر موجودہ حکومتوں میں بھی عدالتی قانون کی بنا پر قابل سزا جرم ہے، خصوصاً مسلمانوں کا تو عقیدہ یہ ہے، چاہے بڑے سے بڑا عالم ہو یا بڑے سے بڑا جاہل، بوڑھا ہو یا جوان، کسی بھی انسان کی طرف بھی چاہے وہ مسلمان ہو یا ہندو، کسی ایسی بات کو منسوب کرنا جو اس نے نہ کہی ہو گناہ کبیرہ اور بہتان عظیم اور افتح قبائح میں سے ہے اور اس مسئلہ میں امت کا ایسا اتفاق ہے کہ شاید کسی مسئلہ میں ایسا اتفاق نہ ہوا ہو، قرآن کریم نے بھی بغیر تحقیق کے زبان سے بات نکالنے کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

﴿ولا تقف مالیس لك به علم﴾......الآیة (سورہ بنی اسرائیل: رکوع ٤) ......اور نہ پیچھے پڑ اس بات کے جس کی تجھے خبر نہیں، بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اس کی پوچھ ہوگی۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فوائد میں لکھتے ہیں:

"بے تحقیق بات زبان سے مت نکالو اور نہ اس کی اندھا دھند پیروی کرو، یاد رکھو قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا، کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا؟ بے موقع خرچ تو نہیں کیا۔"

اسی طرح صحیح مسلم میں ایک حدیث مروی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے تحقیق بات کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنے والا جھوٹوں میں شمار ہوگا۔

"یحسب امرأ من الکذب ان یحدث بکل ماسمع ......کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے، کہ وہ جو بھی سنے وہ بغیر تحقیق بیان کردے۔

جب ایک بات سچی ہونے کے باوجود بغیر تحقیق بیان کرنے کا حکم یہ ہے، تو اب بتائیے کسی کی طرف خواہ مخواہ کسی خود ساختہ کو منسوب کرنے کا کیا حکم ہوگا اور شریعت کہاں تک اس کی اجازت دے سکتی ہے، یقیناً یہ کذب سے بڑھ کر افتراء اور بہتان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ومن یکسب خطیئة او اثما ثم یرم به بریئاً فقد احتمل بهتانا واثما مبیناً﴾ ......جس نے چھوٹا یا بڑا گناہ کرکے کسی بے گناہ کے ذمہ لگایا تو وہ بہتان طرازی اور کھلے ہوئے گناہ کا مرتکب ہوا۔

جب ایک عام انسان کی طرف کسی قول یا فعل کی نسبت کذب اور افتراء ہے، تو کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے کہ وہ ذات مقدس ومعصوم جو کل عالم کے لئے منبع خیر وفلاح اور سرچشمہ رحمت وہدایت ہے اور اس کا ہر قول وفعل بشہادتِ قرآن وحی الٰہی ہے، اس کی طرف ایسے قول یا فعل کو منسوب کیا جائے، جو انہوں نے نہ کہا ہو، یا نہ کیا ہو، اسی کو اصطلاح محدثین میں وضع حدیث کہا جاتا ہے، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ جواز وضع حدیث نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان وافتراء ہے، بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ پر صریح بہتان ہے۔ (اعاذنا اللہ) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی طرف سے نہ کچھ فرماتے تھے اور نہ از خود کچھ کرتے تھے، بلکہ وحی الٰہی کے پابند اور مامور تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ومـاينطق عن الهوى ان هوالاوحى يوحىٰ﴾ ......اور نہیں بولتے وہ اپنے نفس کی خواہش سے وہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فوائد میں لکھتے ہیں:

”کوئی کام تو کیا ایک حرف بھی آپؐ کے دہن مبارک سے نہیں نکلتا، جو خواہش نفس پر مبنی ہو، بلکہ آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں، وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی ہوتی ہے اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔“

سنن دارمی میں حضرت طلحہ بن فضیلہ سے ایک حدیث مروی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ وحی الٰہی کے پابند تھے۔

عـن طـلـحة بـن فضيلة قال: قيل : يا رسول الله فى عام سنة سعرلنا يا رسول الله! قال :لا، يسـألـنـى الـلـه عـن سـنة احـدثتهـا فيـكـم لـم يـامـرنى بها ولكن اسألوا الله من فضله......(مفتاح الجنة للسيوطى المتوفى :٩١١ ،صفحه:١٠)

کسی قحط سالی کے زمانہ میں صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے لئے بھاؤ مقرر کردیجئے، تو آپؐ نے فرمایا: نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ایسی سنت کے بارے میں باز پرس کرے گا، جس کو میں نے از خود کیا، حالانکہ اس نے حکم نہ دیا ہو۔

تو جو قول یا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو، کیا اس کو آپ کی طرف منسوب کرنا اور اس کو آپؐ کا قول یا فعل کہنا بموجب ارشاد خداوندی اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے کے مترادف ہے اور اللہ پر جو افتراء کرے گا وہ یقیناً کافر ہوگا، اسی لئے امام ابو محمد جوینی والد امام الحرمین نے واضع حدیث کو کافر کہا ہے، جیسا کہ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ نے تدریب الراوی کے صفحہ ۱۸۵ پر نقل کیا ہے۔

وضع حدیث تو کیا کسی موضوع حدیث کو روایت کرنے کو بھی محدثین کرام ہرگز جائز نہیں سمجھتے تھے، بلکہ حرام اور شنیع

بسیرہ کہتے تھے۔

علاوہ ازیں جب کہ دین اسلام کامل ومکمل ہو چکا ہے، اور الیوم اکملت لکم دینکم سے اس کی تکمیل کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے، یعنی دین کا کوئی شعبہ بھی تشنہ اور ناتمام نہیں چھوڑا گیا اور صاحب شریعت نے نہ احکام کے بیان میں کوئی کسر باقی رکھی، نہ ترغیب وترہیب میں، نہ بیان فضائل میں، تو ایسی صورت میں کسی بھی مقصد کے لئے وضع حدیث کرنا تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناقص کہنے کے مرادف ہے اور آیت بالا کی صریح تکذیب ہے۔ (العیاذ باللہ)

صرف ایک گمراہ اور باطل پرست فرقہ جس کا نام "کرامیہ" ہے، وہ اس کا قائل تھا کہ ترغیب وترہیب کے لئے وضع حدیث جائز ہے ان کے علاوہ متقدمین ومتاخرین میں سے کوئی بھی امام یا محدث، بلکہ ادنیٰ عالم دین بھی اس کا قائل نہیں تھا۔

اب آیئے، ہم اس دعوائے اجماع کو مستند کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔

(۱)......شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ شرح نخبہ میں فرماتے ہیں.

"كل ذلك حرام باجماع من يعتدبه ان بعض الكراميه وبعض المتصوفة نقل عنهم اباحة الوضع فى الترغيب و الترهيب، وهو خطأ من فاعله نشأ عن جهل؛لأن الترغيب والترهيب من جملة الأحكام واتفقوا على أن تعمدالكذب على النبى صلى الله عليه وسلم من الكبائر، وبالغ أبو محمد الجوينى فكفرمن تعمد الكذب على النبى صلى الله عليه وسلم واتفقوا على حرمة رواية الموضوع الامقروناً ببيانه۔"(صفحہ:۵۹)

"معتد بہ اور قابل اعتماد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ موضوع حدیث کی تمام قسموں کی روایت کرنا حرام ہے، بجز بعض کرامیہ اور مصنوعی صوفیوں کے کہ ان سے ترغیب وترہیب میں اباحت وضع حدیث منقول ہے اور یہ قول، قائلین کی سرتا سر جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ ترغیب وترہیب بھی تو دین کے احکام شرعیہ میں سے ایک حکم ہے، اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ لگانا بہت بڑا گناہ ہے اور ابو محمد جوینی نے تو اس میں اتنا مبالغہ کیا ہے کہ انہوں نے حضور پر جھوٹ بولنے والے کو کافر کہا ہے اور اس پر بھی اجماع امت ہے کہ موضوع حدیث کو روایت کرنا حرام ہے، حالانکہ اس کے موضوع ہونے کو ظاہر کرنا مقصود ہو"۔

(۲)......حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن معروف "با بن صلاح" نے مقدمہ ابن صلاح میں فرمایا:

"ولاتحل روايةُ لأحد علم حاله فى اى معنى كان الا مقرونا بيان وصنعه."(صفحہ:۳۸)

حدیث موضوع کی روایت اس شخص کے لئے قطعاً حلال نہیں جو اس کا حال جانتا ہو، خواہ کسی بھی

موضوع سے متعلق ہو۔(احکام میں ہو یا فضائل میں، یا ترغیب وترہیب میں) ہاں اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنے کے لئے اس کو روایت کرنا جائز ہے۔

(۳)......امام ابوزکریا محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ اپنی کتاب "التقریب لمعرفة سنن البشیر والنذیر" میں تحریر فرماتے ہیں:

"وجوزت الكرامية الوضع فى الترغيب والترهيب وهوخلاف اجماع المسلمين الذين يعتدبهم." (صفحه:۱۸۵)

کرامیہ نے ترغیب وترہیب میں وضع حدیث کو جائز قرار دیا ہے، ان کا یہ مسلک اجماع امت کے قطعاً خلاف ہے۔

(۴)......علامہ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ "تدریب الراوی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"وجوزت الكرامية، وهم: قوم من المبتدعة نسبوا الىٰ محمد بن كرام السجستانى الوضع فى الترغيب والترهيب اوغير ذٰلك دون مايتعلق به حكم، وهو وما شبعه خلاف اجماع المسلمين الذين يعتدبهم بل بالغ الشيخ ابو محمد الجوينى فجزم لتكفيرواضع الحديث." (صفحه ۱۸۵)

کرامیہ جو مبتدع اور اہل ہوا، فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے اور محمد بن کرام سجستانی کی طرف منسوب ہے، وہ صرف ترغیب وترہیب میں وضع حدیث جائز قرار دیتے ہیں، احکام میں وہ بھی ناجائز سمجھتے ہیں (سیوطی فرماتے ہیں) یہ اور ان جیسے دوسرے اقوال، لائق وثوق معتبر علماء امت کے اجماع کے قطعاً خلاف ہے، حتیٰ کہ شیخ ابو محمد جوینی نے تو حدیث وضع کرنے والے کو کافر تک کہہ دیا ہے۔

(۵)......علامہ محمد بن اسماعیل متوفی ۱۱۸۳ھ اپنی کتاب "توضیح الافکار" میں لکھتے ہیں:

"وحكم الموضوع أنه لايجوز لمن عرفه أنه موضوع روايته سواء كان فى الحلال والحرام، اوالترغيب والترهيب، أوغير ذلك ويدل على ذلك ماأخرجه مسلم فى صحيحه من حديث سمرة ابن جندب أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حدث عنى حديثا يرى أنه كذب فهوأحد الكاذبين." (صفحه:۷۲)

حدیث موضوع کا حکم یہ ہے کہ اس کو روایت کرنا اس شخص کے لئے، جو جانتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے قطعاً جائز نہیں، عام ازیں کہ حلال میں ہو یا حرام میں ہو یا ترغیب وترہیب میں ہو یا اور کسی مقصد کے لئے ہو، صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت سمرة بن جندبؓ سے مروی ہے اس پر دال ہے، حضرت سمرہؓ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی حدیث میری طرف نسبت کر کے بیان کرے اور وہ جانتا ہو کہ یہ حدیث جھوٹی ہے، تو وہ بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔

علامہ محمد محی الدین بن عبدالحمید "توضیح الافکار" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

حکم اختلاف الأحادیث علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،فقد ذهب قوم من المبتدعة ینسبون الی محمد بن کرام السجستانی الیٰ انه یجوز وضع الحدیث فی الترغیب والترهیب وتأولوا حدیث مسلم من کذب علی متعمدا فقالوا: انا فکذب له ولسنا نکذب علیه وهذا ینا قض اجماع من یعتد باجماعه من علماء المسلمین بل بالغ الشیخ أبو محمد الجوینی فجزم بکتفیر هؤلاء وغیر هم ممن یضع الحدیث عن عمدوهم خصیم اللہ ورسوله فی الدنیا والاخرة (صفحه: ۷٤)

جواز وضع حدیث اور حدیث موضوع کو روایت کرنے کا حکم ایک گمراہ اور فاسد العقیدہ فرقہ جو محمد بن کرام سجستانی کی طرف منسوب ہے اور کرامیہ کہلاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ترغیب اور ترہیب کے لئے وضع حدیث جائز ہے اور مسلم شریف کی حدیث من کذب کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جھوٹ بولتے ہیں، نہ آپ کے خلاف، (اور یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو آپ کے خلاف جھوٹ بولے) ان کا یہ قول مسلمانوں کے معتمد علیہ علماء کے اجماع کے بالکل خلاف ہے، بلکہ شیخ ابو محمد جوینی نے تو اس میں اس حد تک مبالغہ کیا ہے کہ کرامیہ اور ان کے ہمنوا لوگوں کو جو وضع حدیث کے مرتکب ہوئے ہیں قطعی طور پر کافر کہا ہے اور یہ لوگ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ اور اس کے رسول کے معاند اور دشمن ہیں۔

امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی حدیثِ مشہور اور متواتر پر جو حرمت کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جمہور کی یا دی دلیل ہے، من کذب علی متعمدا الخ چند فوائد لکھے ہیں:

أما الحدیث فهو حدیث عظیم فی نهایة الصحة وقیل انه متواتر، ذکر أبوبکر البزار فی مسنده أنه رواه عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحو من أربعین نفسا من الصحابة وحکی الامام أبوبکر الصیرفی فی شرحه لرسالة الشافعی أنه رویٰ عن اکثر من ستین صحابة مرفوعا وذکر أبوالقاسم عبدالرحمن ابن منده عدد من رویٰ فبلغ بهم سبعة وثمانین وذکر بعض الحفاظ انه رویٰ عن اثنین وستین صحابیا وفیهم العشرة المبشرة وقال بعضهم :رواه مائتان من الصحابة ،وأما وضع الحدیث فهو فاحشة عظیمة وموبقة

كبيرة وهذا مذاهب العلماء ،ولاتقبل روايته وان تاب ولافرق فيه بين الاحكام ولاترغيب الترهيب وكل ذالك حرام باجماع العلماء وأقبح القبائح (صفحه ۸)

یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے، حتیٰ کہ بیشتر علماء نے کہا ہے کہ یہ متواتر ہے، ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے کہ تقریباً چالیس صحابہ اس کو روایت کرتے ہیں، ابوبکر سیر فی نے رسالہ شافعی کی شرح میں لکھا ہے ساٹھ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مندہ نے اس حدیث کے رواۃ کو شمار کیا ہے، ان کی تعداد اسی تک پہنچ گئی ہے اور بعض حفاظ نے عرض کیا ہے کہ یہ حدیث باسٹھ صحابہ سے مروی ہے، جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور بعض نے کہا ہے، اس حدیث کے راوی صحابہؓ میں دوسو سے زائد ہیں۔

باقی جھوٹی حدیث بنانا انتہائی شرمناک فعل ہے اور بڑا مہلک گناہ ہے اور یہی تمام علماء کا مذہب ہے اور واضع حدیث کی روایت کبھی بھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ آئندہ وہ وضع حدیث سے توبہ بھی کرلے اور اس میں احکام اور ترغیب وترہیب کا بھی کوئی فرق نہیں، علماء امت کا اس پر اجماع ہے، یہ سب حرام ہے اور اکبر کبائر، واقبح قبائح میں سے ہے۔

علامہ طاہر بن صالح بن احمد الجزائری متوفی ۱۳۳۸ھ اپنی کتاب "توجیہ النظر" میں فرماتے ہیں:

اتفق العلماء على أنه لايجوز ذكر الموضوع الامع البيان فى أى نوع كان (صفحه:۲۸۹)

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے، کہ موضوع حدیث کو ذکر کرنا بھی جائز نہیں، کسی بھی موضوع سے متعلق ہو، البتہ بیان وضع کے لئے ہو تو روایت کرنا جائز ہے۔

علامہ احمد شاکر "الباحث الحثیث" میں لکھتے ہیں:

لايجوز روايته لأحد من الناس (صفحه:۸)......موضوع حدیث کو کسی شخص کے لئے بھی روایت کرنا جائز نہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک مرتبہ وضع حدیث کا ارتکاب کیا وہ ایسا پلید وناپاک ہوگیا کہ اس کے بعد ہزار توبہ کرنے پر بھی اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی، جیسا کہ خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "الکفایۃ" میں ذکر کیا ہے:

قال أخبرنا موسى بن محمد الوراق حدثنا أبوعبدالرحمن عبيد الله بن أحمد الحلبى قال سألت أحمد عن محمدث كذب فى حديث واحد ورجع قال:توبته فيما بينه و

بين الله ولا يكتب عنه حديثه أبدًا ولا يقبل (صفحه ۱۱۷)

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد حلبی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے ایسے محدث کے بارے میں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں جھوٹ بولا ہو اور پھر اس نے توبہ کر لی ہو دریافت کیا، تو امام احمدؒ نے فرمایا: توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے، باقی اس کی حدیث ہمیشہ کے لئے نہیں لکھی جائے گی۔

خطیب بغدادی کفایہ کے اسی صفحہ ۱۱۷ پر عبداللہ بن المبارکؒ جو بیک وقت دوسری صدی ہجری کے محدث بھی تھے اور فقیہ بھی، کا قول نقل کرتے ہیں:

ان عقوبة الكذب على النبي صلى الله عليه وسلم أن يرد عليه صدقه...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کی سزا یہ ہے کہ وہ جو بھی سچ بولے اس کو بھی رد کر دیا جائے (اس کے منہ پر مار دیا جائے)

اسی صفحہ کے آخر میں "خطیب بغدادی" حضرت سفیان ثوریؒ کا قول نقل فرماتے ہیں:

من كذب في الحديث افتضح...... جس نے حدیث میں جھوٹ بولا وہ ضرور رسوا ہوا۔

ملاحظہ فرمائیے، نہ صرف واضع حدیث، بلکہ حدیث موضوع کی روایت کرنے والے کے متعلق بھی علماء امت اور قدماء محدثین نے کیسے کیسے سخت الفاظ استعمال کئے، اس کے باوجود ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ وضع حدیث کو جائز قرار دیتے تھے، کتنا بڑا ظلم ہے اور وضع حدیث اور روایت حدیث موضوع کی حرمت پر اجماع ہوتے ہوئے اس کو حقیقت مسلم کہنا کس قدر بے باکی ہے۔

..................(جاری ہے)..................

تحفہ خاص

شفائے معدہ

(کورس)

جگر، معدہ اور آنتوں کی جامع الفوائد دوا

شفائے معدہ (کورس) سے معدہ کی تیزابیت، ورمِ معدہ، معدہ اور آنتوں کا زخم (السر)، آنتوں کی سوزش، ورمِ جگر، گردہ و مثانہ کی سوزش اور درد، بھوک کی کمی، معدہ کی جلن، بدہضمی، گیس ٹربل، گھبراہٹ، جسمانی دردیں اور دائمی قبض کا شفا بخش علاج

نوٹ: اگر آپ تندرست ہیں تب بھی یہ کورس کر لیجئے تاکہ بیماری سے بچا جا سکے (قیمتی تحفہ)

حکیم حافظ سید محمد احمد (لاہور)

042-38477326
0332-8477326